ہندوستان میں عربی مخطوطات کی تاریخی اہمیت : ایک جائزہ

مہ جبیں اختر

مخطوطات ہمارا قومی ورثہ ہیں۔ یہ کسی بھی علم اور تاریخ کے مستند ماخذ ہوتے ہیں، اس لیے ان کی ادبی و تاریخی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اصل نفس مضمون پر آنے سے پہلے مخطوطات کے بارے میں چند قابل مطالعہ نکات کا جاننا ضروری ہے۔

ہاتھ سے لکھی کسی بھی شکل کی تحریر کو مخطوطہ کہتے ہیں۔ یہ ہمارا ادبی ورثہ کہلاتے ہیں اور علم کی منتقلی کا بہت موثر اور حقیقی ذریعہ ہیں۔ مخطوطات کے ذریعہ ہمیں قدیم تاریخ، تہذیب وتمدن، رسوم و رواج، قومی فکر، سماجی رجحانات، مذہبی اعتقاد وغیرہ کا پتہ چلتا ہے۔ مخطوطات مختلف چیزوں پر لکھے گئے ہیں اور مختلف طریقوں اور رسم الخط میں لکھے گئے ہیں۔ مخطوطات کا بہت قدیم دور ابتدائی اور مختلف اشکال وعلامات پر منحصر تھا، اس کے بعد نقش کشی نے جگہ لے لی۔ نقش کشی نے ہی بعد ازاں کتابت کی شکل اختیار کی۔ کتابت کے لیے مختلف سامان استعمال ہوئے، اس لیے ہمیں مخطوطات پتھروں، مٹی کی تختیوں، لکڑی، ہڈیوں، دھاتی تختیوں، درختوں کی چھالوں، جانوروں کی کھالوں، درختوں کے پتوں، کپڑے اور کاغذ پر ملتے ہیں۔

مخطوطات کے لیے لکھائی کے سامان میں مختلف اوزار، مخصوص قلم اور روشنائی استعمال کی جاتی تھی جو خاص طریقے سے بنائے جاتے تھے۔ مختلف رسم الخط میں مخطوطات لکھے گئے ہیں جیسے خط نستعلیق، خط کوفی، خط حیری، خط نبطی، خط نسخ وغیرہ۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عربی رسم الخط دوسری صدی عیسوی میں رواج پا چکا تھا جو بغیر نقطوں اور اعراب کے ساتھ لکھا جاتا تھا، جو خط نبطی (انباط کی نسبت سے) کہلاتا ہے۔ بعد میں مقامی آمیزش سے خط حیری، حمیری اور کوفی کہلایا۔ فن مخطوطات کے عروج میں فن خطاطی کا اہم رول رہا ہے۔ خوبصورت وخوشنما خطاطی کے فنی مقابلوں نے مخطوطات کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ مختلف موضوعات پر مخطوطات لکھے گئے، کبھی بادشاہوں کی خوشنودی کے لیے، کہیں رعایا کی فلاح ونصیحت کے لیے، کبھی علمی سرپرستی کے لیے تو کہیں درس وتدریس کے لیے مخطوطات کا جنم ہوا۔ قرآن مجید، حدیث، فقہ، علوم اسلامیہ، ادب، نثر، نظم، تراجم، اخلاق، قواعد، سیرت، معاشیات، طب، فلسفہ، کلام، علم نجوم، علم ہیئت، علم ریاضی، جغرافیہ اور تاریخ، سفرنامے وغیرہ موضوعات پر مخطوطات لکھے گئے۔

ہندوستان میں مخطوطات کی موجودگی کا پتہ دوسری صدی ہجری سے چلتا ہے۔ ہندو عرب تعلقات کے فروغ میں جہاں تجارت کو فروغ حاصل ہوا، وہیں فن کتابت اور علمی سرپرستی کی بھی خوب نشوونما ہوئی۔ ہندوستان میں عربی کے تاریخی مخطوطات کا جائزہ بہت تفصیل طلب ہے۔ وقت کے پیش نظر صرف اہم تاریخی چیزوں پر ہی روشنی ڈالی جارہی ہے۔ نویں صدی عیسوی میں عربی مخطوطات کثیر مقدار میں کاغذ پر لکھے گئے اور مختلف زبانوں میں لکھے گئے جیسے عربی، اُردو، فارسی، ہندی، مراٹھی، تامل، سنسکرت، پنجابی، گجراتی وغیرہ۔

تمام اہم شہروں مین جہاں مسلمانوں کی قابل لحاظ آبادی ہے، مخطوطات کے عربی، فارسی، اُردو ذخیرے موجود ہیں۔ ماہر اور خوش نویس خطاطوں نے عام وخاص لوگوں کی دلچسپی

مخطوطات میں بڑھادی۔ حکمرانوں، امرا کی سرپرستی نے ان کی خوب حوصلہ افزائی کی جس کے نتیجے میں کتابوں کے بازار ''سوق الورّاقین'' وجود میں آئے جہاں خوبصورت مخطوطات کی منہ مانگی قیمت دی جاتی تھی جس کی وجہ سے نہ صرف تہذیبی معلومات بلکہ سوانح وتاریخ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ قدیم دور میں مخطوطات کی کتابت ایک اہم ذریعہ معاش تھا اور مخطوطات کی خرید وفروخت نفع بخش کاروبار۔ ماضی میں شاہی کتب خانوں کے علاوہ عوامی کتب خانے اور ذاتی کتب خانے مخطوطات کا ذخیرہ کیے ہوئے تھے۔

مسلم حکمران بالخصوص مغل تاجدار مخطوطے کی کتابت اور نقاشی میں کافی دلچسپی لیتے تھے اور انھیں خرید کر اپنے کتب خانوں میں محفوظ رکھتے تھے۔ بادشاہ اکبر، بادشاہ جہانگیر اور بادشاہ شاہجہاں کا نام ان قدردانوں میں آتا ہے۔ ان حکمرانوں نے مخطوطات کی کتابت اور نقاشی کے لیے ایک خاص عملہ مقرر کیا تھا، جس میں اس وقت کے مانے ہوئے خطاط اور نقاش سرکاری طور پر مامور تھے۔ ان کو ''کارخانہ'' کہا جاتا تھا۔ ہندوستان میں بہت سے کتب خانوں میں مخطوطات پر ان بادشاہوں کے دستخط اور حاشیے موجود ہیں جن کی قرأت ان بادشاہوں نے کی۔ شاہی کتب خانوں میں ان مخطوطات کے داخلے کی تاریخ یا خواندگی کی تاریخ بھی تحریر کردہ ملتی ہے۔ اکبری عہد میں ایسے دو مخطوطات جن کی تزئین اور نقاشی بے مثال ہے 'حمزہ نامہ' اور 'رزم نامہ' ہیں جو مہابھارت اور رامائن کے تاریخی واقعات کا فارسی ترجمہ ہیں۔

ابن ھشام کا قول ہے کہ عربی کا اولین کاتب حمیر بن سہا تھا۔ عربی زبان اور رسم الخط کے بارے میں ہندی ہفتہ وار 'دِنمان ٹائمز' کے ایڈیٹر نرمل گوسوامی لکھتے ہیں:

> ''میرے نزدیک اسلام کا ایک خوبصورت ترین تحفہ عربی رسم الخط اور مخطوطات ہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ کامل تہذیب وثقافت اور اسلام کی

قوت و برتری کا احساس دلاتا ہے۔ مسجدوں، محلوں، گنبدوں اور قلعوں کے دروازے عربی خطاطی کے ناقابل فراموش نمونے ہیں جو ایک تاریخی تہذیب وتمدن کی عکاسی کرتے ہیں۔''

اس طرح جنوب کی آزاد ریاستوں بیجاپور، گولکنڈہ (دکن) کے فرمانرواؤں کے کتب خانے بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے عہد میں عوامی کتب خانے قائم ہوئے اور خصوصی ذاتی لائبریریاں بھی عام تھیں۔

شاہی کتب خانوں کے چند اہم مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، نیشنل لائبریری، کلکتہ، خدا بخش لائبریری پٹنہ، مولانا آزاد لائبریری، نئی دہلی، عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری، حیدرآباد، سالارجنگ لائبریری، حیدرآباد، اورینٹل لائبریری، حیدرآباد، دائرۃ المعارف ایوانِ اُردو، حیدرآباد، میئسکر پٹ لائبریری، مدراس، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ میں موجود ہیں، جن میں بعض مخطوطات بیش قیمت ہیں۔

اب ہندوستان کے مختلف کتب خانوں کے چند اہم عربی کے تاریخی مخطوطات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ یوں تو مخطوطہ کی اپنی تاریخی اہمیت ہوتی ہے لیکن یہاں ان مخطوطات کا جائزہ لیا جارہا ہے جن کا موضوع تاریخ ہے۔

۱۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں قرآن مجید کا خط کوفی میں لکھا ہوا نسخہ ہے جو حضرت علیؓ کا کتابت کردہ ہے۔ 'تاریخ خوارزم شاہی' پر بھی ایک نسخہ ملتا ہے۔ (۱۱۴۵)

۲۔ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ کے کتب خانے میں حضورؐ کی پیدائش سے ہجرت کے دن تک مکّہ کی تاریخ کا مکمل احاطہ کرتے ہوئے ایک واحد نسخہ کا پتا چلتا ہے۔

۳۔ نیشنل لائبریری، کلکتہ میں 'تاریخِ ہرات' کا ایک بے بہا نسخہ موجود ہے جس میں ۱۲۲۱ ہجری سے ۱۳۳۱ ہجری تک کی ہرات کی تاریخ ملتی ہے۔

۴۔ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ میں 'بادشاہ نامہ' کا مخطوطہ ہے جس میں شاہ جہاں کے عہد کی تاریخ درج ہے۔ اس پر شاہ جہاں کے دستخط ملتے ہیں۔ اسی کتب خانے میں ابوعلی ھارون کا نسخہ 'التعلیقات والنوادر' کا نادر نسخہ بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی کاپی دنیا کے کسی کتب خانے میں موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں علم نجوم کی تاریخ پر اثر الدین المفضل ابن عمر الابہری کا مخطوطہ بھی ملتا ہے۔

ایک عام اندازے کے مطابق ہندوستان میں تقریباً ۱۰ لاکھ عربی مخطوطات کا پتہ چلتا ہے جن میں علاقائی زبانوں کی شمولیت نہیں ہے۔ عربی کے تاریخی مخطوطات کا مکمل جائزہ لینے کے لیے ایک مبسوط و وسیع تحقیقی فہرست کی ترتیب کی ضرورت ہے۔ ذاتی ذخائر پر بھی کئی دشواریوں کی بنا پر توجہ نہیں دی جاسکتی۔ اتر پردیش، جنوبی ہند، تامل ناڈو کے ارکاٹ کے نواب کا ذخیرۂ مخطوطات عوام کی نظروں سے ابھی تک پوشیدہ ہے۔ الفرقان فاؤنڈیشن، لندن کے مقاصد میں ایک مقصد ہندوستان میں ذاتی ذخائر میں اسلامی تاریخی مخطوطات کا بھی جائزہ لینا ہے۔

ہندوستان میں سولہویں صدی کو عربی زبان و ادب کا بہترین دور کہا جاتا ہے جو مغلیہ دور کہلاتا ہے۔ بادشاہ ہمایوں نے ۱۵۴۷ء میں خطاطوں کی ایک جماعت کو ایران سے بلوایا تاکہ بہترین مخطوطات منظر عام پر آسکیں۔ شہنشاہ بابر خود ایک موجد اور بہترین خطاط تھا۔ شاہان مغلیہ میں بادشاہ جہانگیر، شاہ جہاں، جہاں آرا بیگم، زیب النساء بیگم نے فن خطاطی و مخطوطات کی خوب سرپرستی کی۔ محلات، عمارات، شاہی دواوین، ابواب شاہی کے علاوہ دیگر علوم وفنون، ادب وتاریخ، کو ہم مخطوطات کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس دور میں کتابی، تصویری ومصوری کتابت بھی ملتی ہے۔ یہ مخطوطات عربی زبان و ادب کے فروغ کے علاوہ تہذیب وتمدن واسلامی قانون وشریعت کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔

دکن کی بہمنی سلطنت : پندرہویں صدی میں بیجاپور کی عادل شاہی حکومت اور گولکنڈہ کے قطب شاہی حکمرانوں کا بھی تاریخی مخطوطات کی تصنیف و تالیف میں اہم رول رہا ہے۔ 'نسخۂ نورس' کتب خانہ سالار جنگ میوزیم، حیدرآباد میں محفوظ ہے جس کو شاہ خلیل نے سترہویں صدی عیسوی میں قلمبند کیا۔ تاریخی اہمیت کے حامل مخطوطات میں 'ابراہیم نامہ'، 'علی نامہ'، 'آزرب سلطانی' اور 'تاریخ سکھان' وغیرہ کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں۔ سلاطین دکن نے بھی نہ صرف اس فن خطاطی کو سیکھا بلکہ مخطوطات کے ذریعے اس کے شاندار نمونے بھی پیش کیے۔ 'تاج المآثر' دہلی کی تاریخ پر مشتمل ہے جو خط نسخ میں ہے۔ 'تذکرہ دولت شاہ' پر بھی مصنف کے دستخط ملتے ہیں۔ 'تحفہ سامی' کا شاہی نسخہ جو صفوی بادشاہ سام مرزا کی تصنیف ہے، دس چھوٹی چھوٹی تصاویر اور عمدہ نقاشی سے مزین ہے اور یہ Shiraz School of Painting کا نمائندہ مخطوطہ ہے۔ مشہور صوفی عالم حضرت محمد الحسینی گیسودراز، گلبرگہ کے عربی مخطوطات کی بھی بہت تاریخی اہمیت ہے۔ مخطوطات مختلف قطعات، اشعار، قصیدے، آیات قرآنی کی خوبصورت طغریٰ نگاری کی شکل میں بھی موجود ہیں۔

ہندوستان کی اہم تاریخی کتب میں سید غلام آزاد بلگرامی ۱۲۰۰ھ کی 'سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان' ہے جس کے نسخے بانکی پور (۸۱۰) اسعد آباد (۲۳۷) آصفیہ میں موجود ہیں۔ اس کے دوسرے باب میں پاک و ہند کے مسلمان علما و فضلا کے حالات تاریخی ترتیب سے درج کیے ہیں جو مطبوعہ ہے۔ اسی موضوع پر دیگر نسخے 'ابجد العلوم'، 'تاریخ علمائے ہند' اور 'مآثر الکرام' بھی ہیں۔ 'ابجد العلوم' نواب صدیق حسن، والیِ بھوپال کی تصنیف ہے۔ 'مآثر الکرام' میں آزاد نے وطن بلگرام کے ممتاز علما اور اولیا کے تاریخی واقعات و حالات کو قلمبند کیا ہے۔

نذیر احمد کا نسخہ 'الرسالہ فی تاریخ الغدر' علی گڑھ کے مکتب کی زینت بنا ہوا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے عباس مرزا بن سعید احمد حسینی کا نسخہ 'الحصن المتین فی تاریخ اودھ' بنگال کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہاں مملوک علی دہلوی کی کتاب 'تاریخ یمنی' کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مآثر محمود شاہی (۱۴۴۲)، طبقات ناصری (۱۵۰۰) اور 'تاریخ محمدی' میں ہندوستان کی مختلف سلطنتوں کے تاریخی واقعات، گجرات و مالوہ کی تاریخ ملتی ہے جس میں اس دور کے سماجی، معاشی و معاشرتی حالات بیان کیے گئے ہیں۔

ہندوستان کے تاریخی مخطوطات کے ذکر کو مختصر کرتے ہوئے ایک نظر حیدرآباد کے اہم کتب خانوں میں موجود مخطوطات پر ڈالتے ہیں۔ ذاتی کتب خانوں کو صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف عثمانیہ یونیورسٹی، دائرۃ المعارف، مرکز اورینٹل مخطوطات، سالار جنگ میوزیم، مکتب مولانا آزاد، مرکز آصفیہ، ایوان اُردو، مکتب سعیدیہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ان کتب خانوں میں مختلف زبانوں میں مختلف موضوعات پر اور مختلف چیزوں پر عربی مخطوطات کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن یہاں موضوع کے اعتبار سے صرف عربی کے چند تاریخی مخطوطات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ **مکتب عثمانیہ یونیورسٹی :** عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کی اہم اور تاریخی یونیورسٹی کہلاتی ہے۔ یہاں عربی مخطوطات کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔ چند مخطوطات کی تحقیق پر ایم فل اور پی ایچ.ڈی کی ڈگریاں ریسرچ اسکالرز نے حاصل کی ہیں اور ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ یہ تمام مخطوطات مطبوعہ و غیر مطبوعہ ہیں۔ اس ناچیز نے اسی یونیورسٹی سے ایم.اے، ایم فل پھر پی ایچ.ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ چند برس قبل میں نے ایک اہم مخطوطہ کو U.G.C. ریسرچ پراجیکٹ کے تحت ایڈٹ کیا ہے۔ ۲۴۰ صفحات پر مشتمل یہ تاریخی مخطوطہ ہجرت کے موضوع پر لکھا گیا ہے جس کو نواب صدیق حسن والیِ بھوپال نے تصنیف کیا تھا۔

بعد از تحقیق یہ ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل مخطوطہ کا نام ہے: 'العبرۃ صما جاء فی الغزوۃ و الشھادۃ والھجرۃ'، ایک اور عربی مخطوطہ 'الروایات فاطمۃ الزھراءؑ' کو میں نے بعد از تحقیق ایک طویل مقالے میں لکھا جو کشمیر یونیورسٹی کے سالانہ مجلّہ میں چھپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اہم تاریخی مخطوطات کی فہرست مختصراً یہ ہے:

		رقم المصور	رقم الغرض	اوراق
(۱) تاریخ الخلفاء	: عبدالرحمٰن السیوطی	۹۷۹	۲۸۵	۱۴۸
(۲) تاریخ الدولۃ العثمانیہ	: نامعلوم	۹۸۰	۲۸۲	۱۶
(۳) تاریخ ابن خلکان (چار جز)		۱۲۳۷	۳۳۴	۳۰۲
(۴) قصص الانبیاء	: محمد بن عبداللہ	۵۱۳	۳۴۰	۱۳۱
(۵) تاریخ حکماء السلف		۳۹	۳۴۱	۴۸
(۶) تاریخ کتاب القصص		۴۳۱	۴۲۷	۱۱۳
(۷) تاریخ کتاب فی الأدب		۱۵۴۶	۴۲۳	۱۴۶
(۸) تاریخ کتاب فی الحدیث:	زکی الدین	۱۲۲۱	۴۶۱	۲۵۱
(۹) تاریخ کتاب حیاۃ الحیوان:	کمال الدین	۲۸۸	۴۶۲	۴۶۶
(۱۰) تاریخ کتاب روضۃ الأزھار		۱۵۲۵	۴۷۴	۲۲۰
(۱۱) کتاب فی التاریخ		۵۲۰	۴۹۸	ـ
(۱۲) کتاب المفصل فی صنعۃ	: زمخشری	۱۰۰۸	ـ	۱۶۴
(۱۳) کتاب الھند	: ابو ریحان البیرونی (دائرۃ المعارف)			۱۲ صدی

یہ تمام مخطوطات خطِ نسخ، خط کوفی، خط ثلث میں لکھے گئے ہیں۔

اب یہاں صرف ایک ادبی، تاریخی مخطوطہ ''کتاب الھند'' کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ''سلطان محمود غزنوی نے خوارزم شاہ کو ایک خط لکھا کہ آپ کے دربار میں سے چند قابل علما و فضلا کو ہمارے ہاں بھیجیے تا کہ ہم اُن سے اپنے دربار کی رونق بڑھا سکیں اور اُن کے علم سے فیض اُٹھا سکیں۔'' بادشاہ کی سخت مزاجی کے سبب کوئی راضی نہ ہوا۔ البیرونی اتفاقاً سلطان کی نظر میں آ گیا۔ ابو ریحان محمد البیرونی مختلف علوم وفنون پر کامل دسترس رکھتا تھا۔ اس نے اپنی کتابوں میں تاریخی واقعات و روایتوں پر کھل کر تنقید کی ہے۔ وہ ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتا تھا۔ رات دن علمی مشاغل میں مصروف رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی موت بھی کتابوں کے گرنے اور اس میں دب جانے سے ہوئی (۱۰۴۹ء)۔

البیرونی ہندوستان کا پہلا مبصّر، مورّخ اور سیاح تھا۔ وہ فلسفی، ماہر سماجیات اور عظیم مفکّر گذرا ہے۔ اسے سیر وسیاحت کا بڑا شوق تھا۔ غزنی میں اس کی ملاقات چند ہندو پنڈتوں سے ہوئی جو بادشاہ غزنوی کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے۔ البیرونی نے ان پنڈتوں سے ہندوستان کے بارے میں جب سنا تو اس کی چاہ بڑھ گئی۔ ۴۰۸ھ میں سلطان محمود کے ساتھ وہ ہندوستان چلا آیا۔ اس نے یہاں تقریباً ۴۰ سال گزارے اور ہندوستان کے حالات کا تفصیلی و بغور مشاہدہ کیا۔ اس نے ہزار مشکلوں کے باوجود، کبھی بھیس بدل کر بھی پنڈتوں سے سنسکرت زبان سیکھی، پھر اہلِ ہند کی فلسفیانہ اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اہلِ ہند کے علوم وفنون، عقائد و رسوم، تہذیب و معاشرت، اخلاق و عادات وغیرہ پر مشہور کتاب لکھی جو 'کتاب الھند' کے نام سے بعد میں چھپی۔ قدیم ہندوستان کے علمی، تہذیبی و معاشرتی حالات پر دنیا میں یہ سب سے پہلی اور مستند جامع اور بے نظیر کتاب ہے۔ اہلِ ہند کے عقائد و خیالات کے بارے میں اس نے نہایت باریکی سے تحقیق کی اور کہتا ہے کہ عوام کا مذہب اور ہے اور خواص کا کچھ اور۔ ہندوستان میں لوگ نظم کو زیادہ پسند کرتے ہیں حالانکہ نثر کا سمجھنا آسان ہے۔ میں نے ہندوستانی پنڈتوں کو بڑی کوششوں کے بعد عربی کی

چند مشہور کتابوں 'اقلیدس' اور 'مجسطی' کا ترجمہ سنانا چاہا۔ کتاب 'صنعت اصطرلاب' کا املا کرانا چاہا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور میں مصیبتوں میں مبتلا ہوگیا (ص ٦٦)۔ البیرونی نے 'کتاب الھند' کے ذریعہ پہلی بار دنیا کو ہندوستانی تہذیب وتمدن سے واقف کرایا۔ اس نے علم ہیئت اور علم نجوم کی تاریخ پر بھی کتابیں لکھیں اور مباحثوں کے ذریعہ سائینٹفک انداز میں یہ ثابت کیا کہ کائنات کا نظام ایک مقررہ وقت پر ہوتا ہے۔ اس نے اس موضوع پر کتاب 'قانون مسعودی' لکھ کر سلطان محمود کو پیش کی۔ جب سلطان نے خوش ہوکر کئی تحفوں کے علاوہ ایک مرصع ہاتھی بھی انعام میں دیا تو اس نے یہ ساری چیزیں لوٹا دیں حالانکہ وہ معاشی طور پر زیادہ خودکفیل نہ تھا۔

البیرونی کی 'کتاب الھند' اور 'قانون مسعودی' کا ترجمہ یورپ کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اس نے ہندوؤں کے پُرانوں، بھگوت گیتا اور راماین، مہابھارت، منوشاستر کو سنسکرت میں مطالعہ کے بعد اس کے اقتباسات عربی زبان میں ڈھال کر اپنی تصانیفات میں حوالوں کے ذریعہ دیے اور اہلِ ہند کو بتایا کہ دنیا بہت وسیع ہے اور علم دریا۔ ہندوستانی اُسے جادوگر یا علم کا ساگر کہتے تھے۔

'کتاب الھند' اصل عربی زبان میں شہر لیپزگ سے ۱۸۸۷ء اور لندن سے انگریزی زبان میں ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی۔ 'قانون مسعودی' اصل عربی زبان میں دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی۔

اس کے علاوہ عثمانیہ یونیورسٹی میں اہم مخطوطات کی فہرست میں حسب ذیل نام شامل ہیں:

۱۔ دلائل الخیرات : محمد بن سلیمان الجزری
۲۔ الکافیہ

۳۔ التیسیر فی علم القرآن : ابوعمر عثمان
۴۔ کتاب السیرۃ : ابن ھشام
۵۔ المختصر من تاریخ النبیؐ : ابوعبداللہ البخاری
۶۔ انوار التنزیل : البیضاوی
۷۔ تفسیر الجلالین : امام السیوطی
۸۔ دیوان متنبّی
۹۔ القانون : بوعلی سینا
۱۰۔ تاریخ ابن خلکان
۱۱۔ حیاۃ الحیوان الدمیری
۱۲۔ کتاب فی النحو

(۲) مکتب آصفیہ: مکتب آصفیہ میں عربی کے ۶۳۳۷ مخطوطات موجود ہیں۔ ۱۸۹۱ء میں اس کی بنیاد میر عثمان علی خاں آصف السابع کی سرپرستی میں شیخ الاسلام مولانا حافظ انوار اللہ نے رکھی تھی۔ دیگر زبانوں کے مخطوطات بھی یہاں موجود ہیں۔ فارسی کے ۸۹۱۵ اور اُردو کے ۱۶۷۴ مخطوطات کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) مکتب سالار جنگ میوزیم: اس کی بنیاد سالار جنگ سوم کے زمانے میں میر عثمان علی خاں بہادر نے رکھی، جنھیں مختلف نوادرات جمع کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ انھیں منہ مانگے دام دے کر جمع کرتے تھے۔ اس میں عربی کے ۲۲۲۰، اُردو کے ۹۷۱۰، فارسی کے ۳۳۲۲ اور ترکی کے ۱۳۶ مخطوطات موجود ہیں۔ میوزیم کے نادر مخطوطات میں حسب ذیل اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ نسخۂ القرآن مجید　خط کوفی　دوسری ہجری　ہرن کی جھلی پر لکھا ہے

۲۔ قصیدہ البردۃ : یاقوت المستعصمی ۶۹۸ھ

۳۔ نسخۂ تہافت الفلاسفۃ : لأبی حامد الغزالی ۵۰۷ھ

۴۔ شرعہ اِلاسلام الی دارالسلام محمد بن أبی بکر السمرقندی

۵۔تفسیر سورۃ یوسف : الغزالی

۶۔تفسیر القرآن : ملا علی القاری بن سلطان ۱۰۱۴ھ

۷۔ مختصر الصحیحین : لأبی العباس أحمد بن عمر القرطبی ۷۱۰ھ

۸۔ أحکام القضا والقدر : لأبی محمد عنایت اللہ الشہیر بأبیی بایزید البسطامیی

۹۔حجۃ العارفین فی أصول الدین : للسید نور علی بن محمد قاسم الحسینی

۱۰۔غایۃ المطلوب و أعظم المنہ ۶۲۵ھ

(۴) جامعۃ النظامیہ: عربی کی قدیم درسگاہ ہے۔اس میں عربی کے ۱۱۳۰مخطوطات ہیں جس میں ’تاریخ علماء دکن‘ کا ایک قدیم نسخہ ہے جو نامعلوم مصنف کا ہے۔

(۵) آندھرا پردیش اوریئنٹل مینُسکرپٹ لائبریری: عثمانیہ یونیورسٹی میں قرآن کریم کا ایک نایاب مسجع ومرصع نسخہ ہرن کی جھلی پر لکھا ہے جو زمرد، یاقوت کی سیاہی سے لکھا گیا ہے۔اس شاہ پارہ کی قیمت آج کے دور میں چار کروڑ بتائی جاتی ہے۔

(۶) اسٹیٹ آرکائیوز: یہاں بھی نادر قلمی نسخے محفوظ ہیں جو آندھرا پردیش کے تاریخی دستاویزات اور فرمانوں کا ریکارڈ رکھتے ہیں جو ۱۶۳۰ء تا ۱۷۲۴ء کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کی تعداد ۲ لاکھ ہے۔ اس میں شاہجہانی دور کے تاریخی دستاویزات کی تعداد ۵ ہزار اور اورنگ زیب کے جاری کردہ تاریخی دستاویزات کی تعداد ڈیڑھ لاکھ بتائی جاتی ہے۔

سابق مملکت حیدرآباد کا معتدی ریکارڈ ۱۷۲۴ء تا ۱۹۵۶ء بھی دستاویزات کی شکل میں اس میں موجود ہے۔ نیز عہد بہمنی، قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کا تاریخی ریکارڈ بھی ملتا ہے۔

(۷) مکتب السعیدۃ: اس کی بنیاد المفتی محمد سعید نے ۱۳۱۲ھ میں رکھی۔اس میں مکّہ، مدینہ، بغداد، شام، دمشق، قاہرہ کے نادر مخطوطات پائے جاتے ہیں۔عربی کے جملہ ۳۱۳۶ مخطوطات موجود ہیں جس میں ’تاریخ مدینہ و دمشق‘ ابن عساکر کی ۵۷۱ھ ہے جو ۸ جلدوں میں ہے۔

اس کے علاوہ حسب ذیل اہم مخطوطات کا بھی پتہ چلتا ہے:

۱. أسماء المہمۃ فی ابناء المحکمۃ : لأبی بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی ۴۶۴ھ

۲. حرز الأمانی :علامہ الشاطبی ۵۹۰ھ

۳. تسدید القوس فی تخریج أحادیث مسند الفردوس : الصقلانی ۸۵۲ھ

۴. شرح المواقف : قاضی عضدالدین ۷۶۷ھ (علم عقیدہ و کلام)

۵. شرح مسلّم الثبوت : عبدالعلی الفرنجی

۶. شمائل النبیؐ : امام ترمذی ۲۸۹ھ

۷. الموطا : امام الہمام مالک ۱۷۹ھ (۳ نسخے)

۸. تفسیر فیض الکریم : قاضی بدرالدولۃ محمد صبغۃ اللہ ۱۲۸۰ھ

بادشاہ اورنگ زیب نے جب دکن کی طرف رخ کیا تو اپنے ساتھ سارے علمی وادبی خزانے، خطاطی کے نمونے، مرقع جات، تاریخ مرتب کرنے والوں کے گروپ کو بھی ساتھ لایا۔ دکن پر اورنگ زیب کی فتح کے بعد بیجاپور، بیدر، گولکنڈہ، گلبرگہ، بہمنی عادل شاہی وقطب شاہی

خاندانوں کی تہذیبی و علمی دولت بھی بادشاہ کے ہاتھ لگی۔

(۸) دائرۃ المعارف : اس مرکز کی علمی خدمات کا اعتراف خودعرب ممالک کرتے ہیں۔
۱۸۸۶ء میں عماد الملک سید حسین بلگرامی، مولانا محمد انوار اللہ خاں، ملا عبدالقیوم نے ممتاز علما کے تعاون سے یہ دارالترجمہ قائم کیا۔ اس کا مقصد چھٹی صدی تا ۱۴ صدی کی نادر عربی مخطوطات و تصانیف کو جمع کرنا، محفوظ کرنا، تحقیق کرنا، ترجمہ کرنا اور شائع کرنا ہے۔ اب تک ۱۵۰ نادر تصانیف کی اشاعت عمل میں لائی گئی جن میں تمام علوم اسلامیہ کے علاوہ تاریخ، ہیرے جواہرات، زراعت، طب وغیرہ بھی شامل ہیں۔ دنیا کی مختلف علمی انجمنوں، لائبریریوں نے یہاں سے مائیکروفلم اور فوٹو کاپیاں حاصل کی ہیں۔ مشہور کتاب 'الکمال' بھی یہاں موجود ہے جس میں مشہور علما اور ان کے قبائل سے متعلق تفصیلی تاریخی قلمی دستاویز ملتی ہیں۔ ۱۹۶۲ء تا ۱۹۸۵ء تک اس کی ۷ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ جامعۃ الازھر کے شیخ عبدالحلیم نے اس کتب خانے پر رشک کا اظہار کیا ہے۔

حیدرآباد دکن میں مخطوطات کے فروغ و تصنیف و تالیف میں سلاطین دکن کے علاوہ اولیا اللہ، علما و مشائخین، صوفی حضرات، مصاحبوں، اُمرا و رؤسا اور دینی مدارس نے خوب آبیاری کی اور عربی زبان و ادب و ثقافت کو پروان چڑھایا۔

آج کے اس کمپیوٹر کے دور میں جبکہ بچے اور طلبا اپنی نصابی کتب سے بے رغبتی برت رہے ہیں، مکاتب میں آکر مختلف مخطوطات پر توجہ دیں گے، انھیں پڑھ پائیں گے اور سمجھ سکیں گے، مشکل لگتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس سے چشم پوشی کریں تو وہ دن دور نہیں جب ہمارا یہ قیمتی اثاثہ اپنا رنگ روپ کھودے گا۔ اس کی بقا کے لیے حسب ذیل باتوں پر عمل کریں:

۱۔ تمام یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کو خط لکھ کر احساس دلایا جائے کہ مخطوطات پر زیادہ سے زیادہ ریسرچ کا کام کرائیں۔

۲۔ لائبریریوں میں ریسرچ اسکالرز کی بھرپور مدد کریں اور ہمدردانہ سلوک کریں۔
۳۔ مخطوطات کی اشاعت میں فوراً مدد کی جائے۔ سالانہ گرانٹ دی جائے۔
۴۔ فن خطاطی کو فروغ دیں تاکہ مخطوطات کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ اس کے لیے جز وقتی خطاطی کورس کو لازماً کالجوں یا یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کیا جائے۔
۵۔ ریڈیو، ٹی.وی اور انٹرنیٹ کے ذریعہ مخطوطات کے تحفظ کی خوب پبلسٹی کی جائے۔
۶۔ حکومتی سرپرستی کے لیے سنجیدگی کے ساتھ مسلسل نمائندگی کی جائے۔